

”عرفانِ مذہب و مسلک“ سے ”تصوف و سیاست“ تک

لیس اختر مصباحی

دارُ القلم، ڈاکٹرنگر، نئی دہلی۔ ۲۵

نہ ستائش کی تمنا، نہ صلے کی پروا

اہل علم و فضل اور اصحابِ فکر و شعور کا امتیاز و اختصاص ہے کہ وہ کسی پیش آمدہ مسئلہ میں ذاتی رُجحانات اور ماڈی مفادات و مصالح سے بے نیاز ہو کر، مذہبی و جماعتی مفادات و مصالح کے پیش نظر، اپنے علم و فکر و فہم کی روشنی میں:

کوئی صائب رائے اور صحیح موقف، اختیار کر کے، اُس کا اظہار کرتے ہیں۔

جب کہ سطحی فکر، عامیانہ سوچ کے حامل افراد، اپنے ذاتی و ماڈی مفادات و مصالح کے تحت ہی:

یا انعموم، کوئی رائے، قائم کر کے، اُسے ہی ترجیح دینے کو، اپنی کامیابی کا راز، سمجھتے ہیں۔

کم عقل و بے شعور اور کم ظرف افراد کے لئے، یہ باؤ رکنا، بڑا ہی مشکل مرحلہ ہوتا ہے کہ:

کوئی شخص، اپنے ذاتی رُجحانات اور ماڈی مفادات سے اوپر اٹھ کر، کیوں اور کس طرح:

کوئی رائے، قائم کر سکتا ہے؟ اور کوئی موقف، اختیار کر سکتا ہے؟

۱۹۹۵ء، ۱۹۹۶ء میں جب کہ نرسمہا راؤ کی کانگریس کے زمانے میں، مذہبی شخصیات اور مشائخ و سجادگان کو سیاسی طور پر، اپنا ہم نوا بنانے کے لئے، پیسے کی گنگا،

بہ رہی تھی۔ اور آج ۲۰۱۶ء میں جب، نریندر مودی کی بھاجپا، اسی طرح کی گنگا، بہا رہی ہے، اور اس میں، نہ جانے کتنے لوگ، گلے گلے، ڈوبے ہوئے ہیں۔

بِفَضْلِهِ تَعَالٰی، ہر دو سنگین مواقع پر، میں محفوظ و مامون رہا۔

۱۹۹۵ء میں، رام لیلامیدان، نئی دہلی کی ”سٹی کانفرنس“ کے انعقاد سے کئی ہفتہ پہلے، اپنے ایک غیر ملکی دورہ کی وجہ سے، ہندوستان سے باہر رہا۔

اور واپسی، اُس وقت ہوئی جب کہ، یہ کانفرنس، ختم ہو چکی تھی۔

ایسی صورت میں اس سے متعلق، کسی تعاون، کسی شرکت اور تائید و اختلاف کا سوال ہی، خارج از بحث ہے۔

انٹرنیشنل صوفی سیمینار و کانفرنس (۱۷ مارچ تا ۲۰ مارچ ۲۰۱۶ء) کے عزائم، بھانپ کر، میں نے اس میں شرکت سے انکار کیا اور ہندوستان میں رہتے ہوئے بھی:

اس سیمینار و کانفرنس سے دور رہا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

”عرفانِ مذہب و مسلک“ کے محتویات و مشتملات و مندرجات پر، بِحَمْدِہِ تَعَالٰی، حسب سابق:

اب بھی، جبِلی مستقیم کی طرح، قائم ہوں۔ اور آئندہ بھی قائم رہوں گا۔ اِنْ شَاءَ اللہ۔

”تصوف اور سیاست“ (صوفی سیمینار و کانفرنس سے متعلق، مجموعہ مضامین) بھی، اسی سلسلہٴ رُشد و ہدایت کی ایک مضبوط، کڑی ہے۔

اور اس کی، ہر کڑی، ایک دوسرے سے اس طرح، جُڑی ہوئی اور اتنی پائیدار ہے کہ: کبھی ٹوٹنے کا نام بھی نہیں لے گی۔ اِنْ شَاءَ اللہ۔

”جھنڈا بردار گروپ“ کی طرح ”بھاجپا نواز گروپ“ کے ”بعض نوجوان (زرخیز) مولویوں“ کی:

یا وہ گوئی و ہرزہ سرائی کا انجام بھی، ان کی ندامت و رُسوائی کے سوا، کچھ نہیں۔

اور، بِحَمْدِہِ تَعَالٰی، تحدیثِ نعمت کے طور پر، ان سے، یہ کہنا، بالکل، بجا ہو گا کہ:

ابھی تم، میری خاکِ رہ گزر سے کھیلنا سیکھو

مری پرواز کی رِفعت، نہ سمجھو گے، کہاں تک ہے؟

”بھاجپا نواز گروپ“ کے آدھار جن سے زیادہ، ایسے نوجوان مولویوں کے نام، مجھے معلوم ہے جو تنخواہ دار و وظیفہ خوار، رہ چکے ہیں۔

جن میں بعض، اب بھی حق نمک ادا کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ، اُچھل کود کر رہے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! ”تحریک اسلاف شناسی“، اسی شان و شوکت کے ساتھ، جاری ہے۔ جس کی ایک اہم علمی و فکری کڑی ہے: ”سلسلہٴ ولی اللہی عزیزی کے دینی و علمی

احوال و آثار۔ اور دوسری کڑی ہے: ”علمائے فرنگی محل کے دینی و علمی احوال و آثار۔“

فکرِ رضا کی تفہیم و تبلیغ کا سلسلہ بھی، آن بان کے ساتھ، جاری ہے اور چار سو صفحات پر مشتمل، تازہ ترین کتاب ”فقہ حنفی اور امام احمد رضا“، بقلمِ لیس اختر مصباحی کی

کمپوزنگ ہو چکی ہے۔ جسے جلد ہی حوالہ پریس کیا جا رہا ہے۔ اِنْ شَاءَ اللہ۔

۲۰۱۶ء کے آخر میں گوونڈی، بمبئی میں عظیم الشان پیمانے پر ”امام احمد رضا سیمینار کانفرنس“ کا انعقاد، زیر قیادت و نگرانی: حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی و حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی ویس اختر مصباحی، وزیر اہتمام و انتظام: خانقاہ قادریہ ایوبیہ، پیر اکنک، ضلع کوشی نگر، مشرقی اتر پردیش (انڈیا) ہو رہا ہے۔ اِنْ شَاءَ اللہ۔

”اعلیٰ حضرت و مسلک اعلیٰ حضرت“ کے نام پر، جذباتیت پھیلا کر، اپنی جہالت و نفسانیت و تجارت کا بازار گرم کرنے والے ہوں، یا۔ ان سے کچھ حسد کا جذبہ رکھنے والے ہوں۔ ایسی ذہنیت رکھنے والوں کی ”اصلاح“ کے لئے ”مصباحی“ کا قلم، کافی ہے۔ اِنْ شَاءَ اللہ۔

اب تک کے مضامین و تحریرات میں ”بھاجپانواز گروپ“ کے سامنے، میں نے صرف، یہ پانچ سوالات، پیش کیے ہیں جو، ابھی تک، حل طلب ہیں۔ وہ، سوالات یہ ہیں:

(۱) صوفی کانفرنس و سیمینار کے اخراجات کے لئے کروڑوں روپے، کہاں سے آئے؟

(۲) جمہور علمائے اہل سنت کو، جب، پروفیسر، طاہر القادری سے اختلاف ہے تو انھیں، مدعو کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

(۳) ملک کے وزیر اعظم، شری، نریندر مودی کے ساتھ، دہلی کے وزیر اعلیٰ شری، کججیوال کو بھی، مدعو کرنے میں کون سی سیاست، مانع و حائل تھی؟

(۴) صوفی سیمینار، و گیان بھون (۷/مارچ) میں جب، بعض مدعو سامعین و حاضرین کی طرف سے ”بھارت ماتا کی جے“ کا نعرہ لگ رہا تھا تو سارے منظمین سیمینار اور اسٹیج نشین حضرات، خاموش کیوں رہے؟ اور صوفی کانفرنس (۲۰/مارچ) میں بھی اس مسئلہ پر خاموش رہ کر اپنا شرعی موقف، واضح کرنے سے کیا معذوری و مجبوری تھی؟

(۵) آرائیس ایس کانبیادی نظریہ ”متحدہ قومیت“ (یعنی ہندو قومیت) اعلامیہ میں کیسے شامل ہوا؟ جسے صوفی کانفرنس (۲۰/مارچ) میں بھی پڑھ کر سنایا گیا؟

یہ پانچوں سوال، نہایت اہم ہے کہ اس متحدہ قومیت کی گھس پیٹھ، کیوں اور کیسے ہوئی؟

”اعلامیہ“ کے مرتبین ہی نہیں، بلکہ علماء و مشائخ بورڈ کے قائدین بھی اگر، اس سے بے خبر تھے کہ متحدہ قومیت کیا چیز ہوتی ہے؟

مسلم قیادت اور ملکی سیاست کے بیچ ختم کیا ہیں؟ تو پھر، انھیں اس کا بیڑا، اٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟

اور صوفی کانفرنس و سیمینار منعقد کرنے کا اتنا بڑا ٹھیکہ، لینے کی کیا ضرورت تھی؟

اگر، متحدہ قومیت کا مفہوم، معلوم تھا تو پھر، کس کے اشارے اور کس کے حکم پر، اسے اعلامیہ کا حصہ بنایا گیا؟ اور قوم و ملت کی پسپائی و رسوائی کا سامان کیا گیا؟

اور اگر متحدہ قومیت کا مفہوم، معلوم نہیں تھا تو کس کے کہنے پر، اسے شامل کرنا پڑا؟

یعنی معلوم نہیں تھا تو کس مجبوری کے تحت، اور کیوں اسے اعلامیہ میں شامل کیا گیا؟

”بھاجپانواز گروپ“ اگر، صرف، یہ بتادے کہ کس با اثر شخصیت نے متحدہ قومیت کا عذاب، اُن کے سر پر مسلط کیا؟ کس لابی، کس پارٹی کا نمائندہ تھا، وہ؟

بس! اسی ایک کی شناخت ہو جائے تو سارا مسئلہ ہی، حل ہو جائے۔

ویسے پانچوں سوالات، اپنی جگہ، اہم ہیں۔ اور جسے کچھ لکھنے یا۔ بولنے کا شوق ہے۔ وہ، انھیں پانچوں سوالات کے جوابات پر، اپنی توجہ، مرکوز رکھے۔

اصولی بحث سے گریز کرنے والے اور غیر متعلق باتیں چھیڑنے والے افراد اپنے طرز عمل سے واضح کر دیتے ہیں کہ:

اس میدان میں تو ہم، شکست کھا چکے ہیں۔ یا شکست کے آثار نمایاں ہیں، اس لئے ہم، اب میدان چھوڑ کر، بھاگ رہے ہیں۔

اور کسی دوسرے میدان کی پناہ لے کر، وہاں سے آپ کے خلاف، تیر و نشتر چلائیں گے۔ اس طرح، وہ، ایک میدان سے دوسرے میدان کی طرف،

دوڑتے بھاگتے پھرتے ہیں۔

کیا کوئی باشعور اور غیر متند مسلمان، آرائیس اسی، یا اس کی سیاسی شاخ، بھاجپا کی گود میں بیٹھ کر:

کچھ مفادات، حاصل کر کے، مسلم معاشرے میں، سر اٹھا کر چل سکتا ہے؟ اور وہ، بھی عالم، مولوی، صوفی۔ ایسی جرأت و جسارت کر کے، مسلم معاشرے کی مذہبی

قیادت کر سکتا ہے؟

اور مسلمان، اسے مذہبی قائد اور اپنا مذہبی رہنما سمجھنے کو، تیار ہو سکیں گے۔ ہرگز نہیں۔

اول و آخر بات، یہ ہے کہ:

نہ ادھر ادھر کی تو بات کر، یہ بتا کہ قافلہ، کیوں لٹا؟

مجھے ”رہزنوں“ سے غرض نہیں۔ تری ”رہبری“ کا سوال ہے

مؤرخہ

۹ رجب ۱۴۳۷ھ

۱۷/اپریل ۲۰۱۶ء۔ بروز یک شنبہ

یس اختر مصباحی

داڑ القلم، قادری مسجد روڈ،

ڈاکٹر نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵